لغاتِ واعرابِ قرآن (۳۵)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ (۲۳)

آیت: ۳۳

(گزشتہ سے پیوستہ)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحث اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ بحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳، اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۲۳:۲ الاعراب

قال یادم انبئھم باسمائھم ۚ فلما انباھم باسمائھم ۙ قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموت والارض ۙ واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون ۔

اعرابی لحاظ سے اس آیت کو چار جملوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، اسی لیے

پہلے جملے کے آخر پر وقفِ جائز کی علامت "ج" ڈالی گئی ہے۔ تاہم باقی تین جملے شرط اور جوابِ شرط ہونے کی بناء پر، اور جوابِ شرط میں آنے والے تین جملے بھی فعل "قال" کے مقول ہونے اور باہم حرفِ عطف (وَ) سے مربوط ہونے کی وجہ سے، سب (تینوں جملے) ایک ہی مربوط جملہ شمار ہوں گے۔ بلکہ اسی لیے اس طویل جملے میں نحوی اعتبار سے جملہ مکمل ہونے کی جگہ بھی عدم وقف (لا) کی علامت ڈالی گئی ہے تاکہ کوئی نحوی اعتبار سے مکمل جملہ سمجھ کر وہاں وقف نہ کر ڈالے۔ ذیل میں نحوی اعتبار سے مکمل ہونے والے چار جملوں کے اعراب پر الگ الگ نمبروار بات کی جائے گی۔ اور ساتھ بتا دیا جائے گا کہ اس جملے کا سابقہ جملے سے کیا تعلق ہے:

(۱) قال یا آدمُ انبئھم باسمائھم :

[قال] فعل ماضی معروف ہے جس میں ضمیر فاعل "ھو" مستتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ [یا آدم] (یہ رسم املائی ہے، رسم عثمانی پر الگ بات ہوگی) میں "یَا" حرفِ ندا" اور "آدم" منادیٰ مفرد اور عَلَم (نام) ہے، لہذا ضمہ پر مبنی ہے (اور ایک لحاظ سے اسے مرفوع بھی کہہ سکتے ہیں)۔ [انبئھم] میں "اَنْبِئْ" فعل امر کا صیغہ ہے جس میں ضمیر فاعل (مخاطب۔ انتَ) مستتر ہے۔ اور آخر والی "ھُمْ" ضمیر منصوب مفعول بہ ہے جو یہاں "ملائکہ" کے لیے ہے۔ [بِاَسمائھم] میں "بِ" تو فعل "انبِئْ" کا صلہ ہے اور "اسماءِ" مجرور بالجر (بِ) بھی ہے اور آگے مضاف بھی ہے لہذا خفیف ہے اور آخری "ھم" یہاں ضمیر مجرور مضاف الیہ (مجرور بالاضافہ) ہے جو ان "مسمّیات" (نام دھری چیزوں) کے لیے ہے جن کے ناموں کی بات ہو رہی ہے اور چونکہ ان چیزوں میں عاقل اور غیر عاقل دونوں طرح کی مخلوق شامل تھی اس لیے ان کے لیے ضمیر (ھم) عاقل کی طرح آئی ہے۔ اس طرح اس (باسمائھم) کو مفعول ثانی سمجھ کر محلاً

منصوب قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اگر چاہیں تو اس مرکب جاری (باسمائھم) کو متعلق فعل (انبئ) قرار دے لیں یعنی "ان کو بتا" کی وضاحت ہے کہ "کیا بتا؟" اور یہ پورا جملہ (انبئھم باسمائھم) ابتدائی فعل "قال" کا مفعولٌ (مقول۔ جو بات کہی جائے) ہے۔ لھذا نحوی اعتبار سے یہ جملہ محلاً منصوب ہے۔ ___ یہاں پہلا جملہ مکمل ہوتا ہے۔

(۲) فلما انبأھم باسمائھم قال الم اقل لکم:

[فلما] کی "فاء" (ف) عاطفہ بمعنی "پس، پھر" ہے اور یہ (فَ) ایک محذوف العبارۃ مگر مفہوم المعنی جملہ (جو عبارت میں نہیں مگر سمجھا جا سکتا ہے) مثلاً "فَأنبأھم باسمائھم = پس اس نے ان کو ان کے نام بتا دیئے" ___ پر عطف ہے یعنی "فاء" اس محذوف مگر مفہوم جملے کو اگلے جملے کے ساتھ ملاتی ہے ___ اور [لَمَّا] حینیہ ظرفیہ ہے یعنی یہ "حین" (وقت) کے معنی دیتا ہے (جب۔ جس وقت) لھذا اس میں ایک طرح سے شرط کا مفہوم موجود ہے (اگرچہ اس کا فعل پر ___ ماضی ہونے کی وجہ سے کوئی عمل نہیں ہوتا)۔ [انبأھم] میں "انبأ" فعل (ماضی معروف) مع ضمیر فاعل "ھو" ہے اور "ھُمْ" اس فعل (انبأ) کا مفعول بہ اول ہے (اور اس لیے یہاں یہ ضمیر منصوب آئی ہے) [باسمائھم] (مندرجہ بالا عـ۱ والے "باسمائھم" کی طرح جار مجرور (مرکب اضافی) مل کر یہاں محلاً منصوب (بطور مفعول ثانی) یا متعلق فعل ہے ___ اور چونکہ ظرف ہمیشہ مضاف ہو کر آتا ہے (قبل، بعد وغیرہ کی طرح) اس لیے نحوی حضرات اپنی فنی اصطلاح میں یہاں اس جملے "انبأھم باسمائھم" کو "لَمَّا" (ظرف) کا مضاف الیہ قرار دے کر اسے محلاً مجرور کہتے ہیں۔ تاہم اس دقیق فنی بازیگری سے عام ترجمہ میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس فنی نکتہ کی بناء پر تو پھر "لمّا" بمعنی "بعد" لینا پڑے گا اور جملہ کے مضاف الیہ ہونے

کی بناء پر ترجمہ کچھ یوں ہو جائے گا: "پس اس کے اُن کو اُن کے نام بتا دینے کے بعد"۔ جو خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ عبارت کا سیدھا ترجمہ "حصہ اللغۃ" میں دیا جا چکا ہے۔

[قال] فعل ماضی مع ضمیر فاعل "ھو" ہے جو یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور سابقہ جملہ "فلما أنبأھم باسمائھم" میں "لمّا" کی وجہ سے جو شرط کا مفہوم پیدا ہوا تھا، اب اس "قال" سے اس کا جواب شرط شروع ہو رہا ہے (تاہم اس شرط اور جوابِ شرط میں کوئی جازم مجزوم نہیں آیا) اور شرط اور جوابِ شرط مل کر ایک ہی مربوط جملہ بنتا ہے، اس لیے یہاں جواب شرط کے "قال" سے پہلے عدم وقف کی علامت (لا) ڈالی جاتی ہے۔

[ألَمْ أقُلْ] میں "أ" (ہمزہ) استفہامیہ ہے، "لَمْ" حرفِ نفی اور جازم ہے جس کی وجہ سے فعل مضارع "أقُلُ" (جو صیغہ واحد متکلم مع ضمیر فاعل "انا" ہے) مجزوم ہو گیا ہے۔ علامتِ جزم اس میں آخری "لام" کا سکون (لْ) ہے۔ منفی پر استفہام داخل ہو تو اسے استفہام تقریری (اردو میں اقراری) کہتے ہیں یعنی یہاں "کیا نہیں کہا میں نے" کا مطلب ہے ضرور کہا تھا۔ [لکم] جار (ل) اور مجرور (ضمیر "کم") مل کر متعلق فعل (الم اقل) ہے یعنی تم کو/سے (کہا)۔

(۳) اِنِّیْ اَعْلَمُ غیبَ السموات والارضِ:

[اِنِّیْ] یہ "اِنَّ" اور اس کے اسم (ضمیر منصوب "ی") پر مشتمل ہے۔ یہاں درمیانِ جملہ میں [کیونکہ دراصل یہ (جملہ ۳) سابقہ جملہ (۲) کے آخری حصہ (الم اقل لکم) کا ہی حصہ (بطور مقول) بنتا ہے] "أنَّ" کی بجائے "إنّ" اس لئے استعمال ہوا ہے کہ فعل "قَالَ" (یا اس کے مشتقات) کی صورت میں یہ جائز ہے (دوسرے افعال ہوں تو درمیانِ جملہ "أنَّ" ہی آتا ہے)۔ تاہم اردو محاورے کے مطابق (فعل "کہا" کے بعد)

یہاں " اِنّ " کا ترجمہ " أنّ " کی طرح " کہ بے شک " سے کیا گیا ہے ۔ دیکھئے اوپر حصہ " اللغۃ " میں اِس عبارت (اِنّی اعلم) کے تراجم ——— [أعلم] فعل مضارع معروف مع ضمیرِ فاعل " اَنا " ہے اور یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ۔ اس فعل سے جو جملہ شروع ہو رہا ہے یہ " اِنّ " (اِنّی والا) کی خبر بنے گا ۔ [غَیبَ] فعل (اعلم) کا مفعول (لہٰذا منصوب) ہے اور آگے مضاف ہونے کے باعث خفیف (تنوین اور لامِ تعریف سے خالی) بھی ہے اور [السموٰتِ] " غیب " کا مضاف الیہ (یعنی مجرور بالاضافہ) ہے علامتِ نصب آخری " اتِ " ہے (جس پر " السموات " کے معرف باللام ہونے کے باعث تنوین نہیں آئی ۔ اور یہ پورا مرکب اضافی (غیب السموٰت) فعل " اَعْلم " کا مفعول بہ ہے بلکہ اگلا لفظ [والارض] بھی " وَ " (عاطفہ) کے ذریعے پچھلے مضاف الیہ (السموات) پر عطف ہے اور " الارضِ " اس مجرور پر معطوف (لہٰذا مجرور) ہے ۔ علامتِ جر " ضِ " کی کسرہ (ـِ) ہے اور دراصل یہاں تک " اِنّ " (اِنّی) کی خبر مکمل ہوتی ہے ۔ یوں اس جملے (اِنّی اعلم غیبَ السموٰتِ والارضِ) کا ترکیب نحوی کے لحاظ سے ترتیب وار (اِنّ + (اسم اِنّ + خبر اِنّ) ترجمہ یوں ہوگا " بے شک + میں + جانتا ہوں غیب آسمانوں کے اور زمین کے " ۔ اس کے مختلف با محاورہ تراجم حصہ " اللغۃ " میں بیان ہو چکے ہیں ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ یہ جملہ (۳) دراصل سابقہ جملے (۲) کا ہی ایک حصہ بنتا ہے، کیونکہ یہ " الم اقل " کا ہی مقول (مفعول) ہے، اس لیے اس جملے کے آخر میں عدم وقف کی علامت (لا) ڈالی گئی ہے تاکہ نحوی لحاظ سے مکمل جملہ سمجھ کر کوئی یہاں وقف نہ کرے ۔

(۴) وَاَعْلَمُ ما تُبدُون وما کنتم تکتمون ۔

[وَ] عاطفہ ہے جس کے ذریعے اگلے " اَعْلَم " کا پچھلے جملے والے " اَعْلَم " پر عطف ہے [أعلم] فعل مضارع صیغہ واحد متکلم ہے " اعلم "

کی اس تکرار کی وجہ سے اس دوسرے " اعلم " کے ترجمہ سے پہلے " نیز " لگنا چاہئے یعنی " اور میں .... کو بھی جانتا ہوں "۔ [مَا] اسم موصول ہے جو یہاں فعل " اعلم " کے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اگرچہ مبنی ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی علامت اعراب ظاہر نہیں ہوتی ۔ [تُبْدُوْنَ] فعل مضارع معروف ہے جس میں بلحاظ صیغہ ضمیر فاعلین " انتم " مستتر ہے جو یہاں " ملائکہ " کے لیے ہے ۔ اس کے بعد ایک ضمیر عائد محذوف ہے (یعنی دراصل " تبدونہ " تھا)۔ یہ (تبدون) فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہے اور " مَا " کا صلہ ہے ۔ اور دراصل یہ پورا مرکب (یعنی صلہ موصول) فعل " اعلم " کا مفعول بہ ہے ۔

● خیال رہے کہ یوں توصفت موصوف، مضاف مضاف الیہ، عطف معطوف، صلہ موصول وغیرہ مل کر ہی جملے کا کوئی حصہ (مبتدأ، خبر، فاعل یا مفعول وغیرہ) بنتے ہیں اور اس لحاظ سے اس پورے مرکب کا ایک اعراب (رفع، نصب یا جر) ہوتا ہے مگر عموماً مرکب کے پہلے حصے (موصوف یا مضاف یا معطوف علیہ یا موصول وغیرہ) کی ہی اعرابی حالت بیان کر دی جاتی ہے (جیسے یہاں " ما " کی نصب بیان ہوئی ہے ۔)

[وَ] عاطفہ ہے جو اگلے آنے والے " مَا " کو گزشتہ " مَا " پر عطف کرتی (ملاتی) ہے [مَا] موصولہ ہے اور پہلے " مَا " کا معطوف ہے (سابقہ " ما " کو اس کا معطوف علیہ کہا جائے گا) یعنی یہ بھی فعل " اَعلم " کا مفعول بہ ہے (لہٰذا منصوب بھی ہے) ۔ [کُنْتُمْ] فعل ناقص (کان) مع اپنے فاعل " انتم " کے ہے جو فعل کے صیغہ میں مستتر ہے۔ (مگر نحوی اسے " کان " کا " فاعل " کہنے کی بجائے اس کا اسم کہتے ہیں)۔ [تکتمون] فعل مضارع معروف ہے جس میں ضمیر فاعلین " انتم " موجود ہے ۔ اور یہ جملہ فعلیہ (فعل مع فاعل) ہے جو " کنتم " کی خبر کے طور پر آیا

ہے لہٰذا اسے محلاً منصوب کہہ سکتے ہیں۔ اس صورت میں (کان "کا اسم اور خبر مل کر) جملہ اسمیہ (کنتم تکتمون) کا ترجمہ ہوگا "جو تم ہو چھپاتے"۔ اور اگر "کنتم تکتمون" کو ماضی استمراری کا صیغہ سمجھا جائے تو اس کا ترجمہ ہوگا: "جو تم چھپاتے رہتے تھے یا چھپایا کرتے تھے"۔ اور یہ پورا زیرِ مطالعہ جملہ (۴ع) بذریعہ واو العطف اس سے پہلے جملے (۳ع) کا ہی حصہ ہے اور یہ دونوں جملے (۳ع، ۴ع مندرجہ بالا) "اَلَمْ اَقُلْ" کے مقول ہیں۔ اس لیے "وَ اَعْلَم ...." سے پہلے عدمِ وقف کی علامت (لا) ڈالی جاتی ہے۔

۲:۲۳:۳ الرسم

آیت زیرِ مطالعہ کے (قریباً) تمام کلمات کا رسم معتاد (املائی) اور رسم قرآنی (عثمانی) یکساں ہے۔ بلکہ "انبئونی" (۲:۲۲:۳ (۳)) کے برعکس یہاں "انبئھم" اور "باسمائھم" میں ھمزہ کا مرکز (کرسی) بصورت "یاء کا نبرہ (دندانہ)" بھی رسمِ عثمانی اور رسم املائی میں یکساں ہے، البتہ بلحاظ رسم اس (آیت) کے صرف دو کلمات "یادم" اور "السموت" وضاحت طلب ہیں کیونکہ ان کا رسم املائی اور رسمِ عثمانی مختلف ہے۔

(۱) "یادم" (جسے عام عربی املاء میں "یَا آدَمُ" لکھا جائے گا) قرآن کریم میں "یا" (حرفِ ندا) کے الف کے حذف کے ساتھ لکھا جاتا ہے (یعنی صرف "ی (ی) کی صورت میں) اور لفظ "آدم" کا پہلا ھمزۂ مفتوحہ (یہ دراصل "ءَادَمُ" تھا) بھی کتابت سے محذوف ہو جاتا ہے۔ پھر ضبط کے ذریعے "یا" کا الف اور "ادم" کا ابتدائی ھمزہ محذوفہ پڑھنے کے لیے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور لفظ "آدم" منادیٰ ہو کر یعنی بصورت "یٰادم" قرآن کریم میں کل پانچ جگہ آیا ہے اور ہر جگہ اس کا رسم عثمانی یہی (یادم) ہے۔

(۲) " السموت " جس کی عام املاء " السماوات " ہے۔ قرآن مجید میں اسے ہر جگہ (بالعموم) بحذف الالفین (بعد المیم والواو) لکھا جاتا ہے یعنی بصورت " السموت " ۔ (مقاماتِ اختلاف کا ذکر اپنی جگہ آئے گا)۔ پھر ضبط کے ذریعے ان دونوں محذوف " الفوں " کو پڑھنے کے لیے ظاہر کیا جاتا ہے۔ نیز دیکھئے ۲:۲۲:۳ میں نمبر (۱)۔

۲:۲۲:۴ الضبط

آیت زیرِ مطالعہ میں صرف تین کلمات (" لکم " ، " غیب " اور " و ") ایسے ہیں جن کے ضبط میں کسی ملک میں اختلاف نہیں ہے سوائے اس کے کہ مختلف حرکات کے لیے علامت کی شکل مختلف استعمال کی جاتی ہے۔ باقی کلمات کے ضبط میں وہی ھمزۂ قطع و وصل یا کتابتِ ھمزہ یا اقلابِ نون بمیم یا حروفِ علت پر علامتِ سکون کے استعمال وغیرہ کا اختلاف موجود ہے۔ اور جس پر ابھی اوپر ۲:۲۲:۴ میں مفصل اصولی بحث ہو چکی ہے۔ بہرحال اس (زیرِ مطالعہ) آیت کے کلمات کے ضبط میں اختلاف کی حسب ذیل صورتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔

قَالَ ، قَالَ ، قَالَ / يٰاٰدَمُ ، يٰٓاٰدَمُ يٰٓـاٰدَمُ /

اَنْبِئْهُمْ اَنْبِئْهُمْ ، أَنْبِئْهُمْ ، ءَانۢبِئْهُمْ /

بِاَسْمَآئِهِمْ ، بِاَسْمَائِهِمْ ، بِأَسْمَآئِهِمْ ، بِـَٔاسْمَآئِهِمْ /

فَلَمَّا ، فَلَمَّا ، فَلَمَّا / اَنْبَاَهُمْ ، اَنْبَاَهُمْ ، أَنۢبَأَهُمْ /

ءَانۢبَـٔاهُمْ / بِاَسْمَآئِهِمْ مثل سابق / قال مثل سابق /

اَلَمْ ، اَلَمْ ، ءَاَلَمْ / اَقُلْ لَكُمْ ، اَقُلْ لَكُمْ /

اُقُلْ لَكُمْ ، ءَاَقُلْ لَكُمْ / اِنِّىْ ، اِنِّىْ ، اِنِّيْ ، اِنِّيْ /

اَعْلَمُ ، اَعْلَمُ ، ءَاَعْلَمُ / غَيْبَ ، غَيْبَ /

السَّمٰوٰتِ ، السَّمٰوَاتِ (ترکی - خلافِ رسمِ عثمانی)، السَّمٰوٰتِ ،

السَّمٰوٰتِ / وَالْاَرْضِ ، وَالْاَرْضِ ، وَالْاَرْضِ /

وَاَعْلَمُ (مثلِ سابق) / مَا ، مَا / تُبْدُوْنَ ، تُبْدُوْنَ ،

تُبْدُوْنَ / وَمَا ، مَا / كُنْتُمْ ، كُنْتُمْ ، كُنْتُمْ /

تَكْتُمُوْنَ ، تَكْتُمُوْنَ ، تَكْتُمُوْنَ ۔

نوٹ : ہمزہ محذوفہ مفتوحہ جس کے بعد الف ہو کو بذریعہ ضبط ظاہر کرنے کے کئی طریقے رائج ہیں یعنی ءَا = ا = اَ = ءَا = ءَا (زرد گول نقطہ) = ءَا = آ ۔ تاہم آخری شکل (آ) کو صرف عام عربی املاء میں استعمال کیا جاتا ہے مگر قرآن کریم کی کتابت میں اسے استعمال نہیں کرتے بلکہ بعض اہل علم نے اسے ("آ" لکھنے کو) غلط قرار دیا ہے (دیکھئے مصری مصحف (امیریہ) کے کسی ایڈیشن کے آخر پر "التعریف بھذا المصحف") اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی کتابت میں تجوید کے لیے چھوٹی بڑی مد (~ ، ~) خاص مقصد کے لیے استعمال ہوتی ہے ۔ دیکھئے اوپر "یا دم" کا ضبط ۔ ہم نے جہاں "آدم" لکھا ہے وہ رسم املائی ہے ۔ اور "رسم" یا "اعراب" یا "لغۃ" کی بحث میں محض سمجھانے کی آسانی کے لیے لکھا ہے تاہم اصل متن (مکمل آیت یا آیات) لکھتے ہوئے رسم عثمانی کے مطابق ہی لکھا گیا ہے ۔